Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

اعتبار ساجدؔ کی شاعری میں رومانوی عناصر

Romantic elements in the Poetry of Aitbar Sajid

محمد زاہد

پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو ،الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر محمد امتیاز

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

Muhammad Zahid
PhD Urdu (Research Scholar), Al-Hamd Islamic University Islamabad.
Dr. Muhammad Imtiaz
Associate Professor Urdu, Al-Hamd Islamic University Islamabad

Abstract:
Aitbar Sajid is a renowned literary personality of the modern age. He possesses a unique rank among the Urdu poets of the modern era. He set new trends in the romantic Urdu verse. He has attained a distinguished fame in Ghazal. In his Ghazal, a bulky portion of his verse deals with romanticism. His verse witnesses the beauty of life, the nature around us and the romantic aspects of life. Poetry is the most inspiring and operative form of communication. It is the most striking and delicate source of expression of moods, attitude and understandings of the poet. In the literary intellect the Ghazal is meant for romance and to project fascination of the feminine. Aitbar Sajid basically belongs to new Romantic Movement of Urdu verse. The article in hand strives to study the love and romance of Aitbar Sajid for the world of Nature in his verse.

Key Words: Aitbar Sajid, Romanticism, Retrospective, Imaginative Elements, Inanity, Experimental horizons

اعتبار ساجدؔ غزل کے جدید دور میں ایک منفرد نام ہے۔اعتبار ساجدؔ شاعری کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کر کے نام کما چکے ہیں لیکن ان کے لیے اعزاز کی بات ان کی اردو غزل گوئی ہے۔ان کی اردو غزل میں معتبر حوالہ ان کا رومانوی پہلو ہے۔رومانویت دنیائے ادب کی تاریخ کا ایک منفرد پہلو ہے جس کا آغاز اٹھارویں انیسویں صدی کے فکری انقلاب سے ہوتا ہے۔رومانویت کے کثیر پہلو اثرات جدید دور کے فکر و فلسفہ، ادب و فن اور جدید تہذیب و تمدن پر بھی مرتب ہو رہے ہیں اور مستقبل کے ادب میں رومانویت ادب و فن میں مرکزی حیثیت اختیار کرنے والی ہے۔اعتبار ساجدؔ کی غزل میں رومانویت قدیم و جدید کا حسین امتزاج ہے۔حاضر خدمت آرٹیکل میں نہ صرف اعتبار ساجدؔ کے ادبی مرتبے کو اجاگر کرنے کی کوشش ہے بلکہ رومانوی دنیائے ادب پر اعتبار ساجدؔ کی غزل کے اثرات کو بھی واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

جدید اردو شاعری میں ایک معتبر نام سید اعتبار حسین زیدی کا ہے۔علمی و ادبی حلقوں میں انھیں اعتبار ساجدؔ کے نام سے جانا جاتا ہے۔اعتبار ساجدؔ کی شعری تخلیقات میں ان کا پہلا مجموعہ ''دستک بند کواڑوں پر'' ۱۹۷۷ء کو شائع ہوا۔پھر اس کے بعد آمد، پذیرائی، پورے چاند کی رات ، وہی ایک زخم گلاب سا، ہم بھی کسی کا خواب تھے، مجھے کوئی شام ادھار دو، تمھیں کتنا چاہتے ہیں، کوئی بات کرنی ہے چاند

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

سے، محبت ہو تو ایسی ہو، سرخ گلابوں کا موسم، یہ موسم یونہی بیت گیا، اتنے تنہا کیوں پھرتے ہو، میرے خط مجھے واپس کردو، روز یاد کرتے ہیں، وہ سنہری دھوپ کہاں گئی، بات مگر اظہار کی ہے، امتزاج اور جانم شائع ہوئے۔رومانیت یا رومانویت کا تصور اردو ادب میں مغرب سے آیا ہے۔انگریزی میں Romanticism کو رومانویت کے متبادل کے طور پر لیا جاتا ہے۔پروفیسر انور جمال اپنی تحقیقی کتاب ''ادبی اصطلاحات''میں رومانویت کے تصور کی وضاحت کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہیں:

> ''رومانویت وہ طرزِ احساس اور اندازِ اظہار ہے جس میں فکر کے مقابلے میں تخیل کی گرفت مضبوط ہو۔خیال و خواب کی گل پوش وادی میں کھوئے رہنا رومانویت ہے۔ایک لحاظ سے رومانی یوٹوپیا ہوتا ہے۔''(1)

اردو ادب کو رومانویت نے ادب کی بین الاقوامی حدود سے روشناس کرایا۔اردو ادب کو کلاسیکیت کی بندشوں سے رومانویت نے آزادی دلوائی اور ایک نئے دور میں داخل کیا۔ڈاکٹر محمد اشرف اپنی تخلیق ''اردو تنقید کا رومانوی دبستان''میں اردو کی رومانویت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''مغربی ممالک کی مثال کے قطع نظر کہ اردو کی رومانوی تحریک مغرب ہی کے زیراثر شروع ہوئی تھی،اردو ادب میں رومانوی انقلاب کو یہ اقتباس بہت اچھے طریقے سے واضح کرتا ہے۔ اگرچہ رومانوی ادب نے اردو میں خاطر خواہ فروغ حاصل کیا تاہم رومانوی تنقید میں وہ دقت نظر اور گہرائی پیدا نہ ہو سکی جو مغرب میں اس کا خاصہ تھی۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رومانوی تحریک کے پیچھے پیچھے اردو میں ایک اور تحریک در آئی جس نے ادیب نقاد اور قاری تینوں کو ایک ہی شدت سے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔اور اس دور کے سیاسی، معاشرتی اور معاشی حالات نے اس تحریک کے لیے زرخیز مٹی بہم پہنچائی اور ترقی پسند تحریک ایک نئے جوش اور ولولے سے اردو ادب میں شروع ہوئی۔''(2)

یہ بات تو واضح ہے کہ اردو میں رومانوی تحریک مغرب کی پیروی میں پروان چڑھی۔لیکن ابتدا میں لفظ رومان زیادہ تر عشق و محبت اور پیار کی کہانیوں میں استعمال ہوتا تھا۔شاید اس وجہ سے یا اور وجوہات کی بنا پر اردو کی اکثر لغات میں لفظ ''رومان'' شامل ہی نہیں کیا گیا۔''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' کے خالق ابوالاعجاز حفیظ صدیقی رومانویت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> ''وفورِ جذبات، آزاد روی، نرگسیت، انانیت، انفرادیت پسندی، وسعت طلبی، فطرت پرستی، جدت طرازی، جوش و ہیجان، قرون وسطیٰ سے دلچسپی، فلسفیانہ تصوریت، ادبی، معاشرتی اور سیاسی قیود کے خلاف بغاوت، فوق الفطرت، مہم جوئی، تصوف سے شغف، پر جوش جذبات کا بے ساختہ اظہار، ہیئت پر مواد کو ترجیح، عقل پر وجدان کو ترجیح اور تخیل کی فراوانی رومانیت کے نمایاں خدوخال ہیں۔''(3)

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

جہاں تک مغرب کا تعلق ہے رومانویت کا تصور وارٹن، ہرٹز، گوئٹے اور شیلر کے دور میں نمایاں ہوا۔ روسو، سانت بیو، ورڈز ورتھ، کولرج، شیلے، کیٹس، اور بائرن وغیرہ نے رومانویت کو پروان چڑھانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ کولرج کی "lyrical ballads" کو انگریزی ادب میں رومانویت کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اردو ادب میں رومانویت کا نقطہ آغاز محمد حسین آزاد اور میر ناصر علی کو سمجھا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید "اردو ادب کی تحریکیں" میں محمد حسین آزاد کی رومانویت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "محمد حسین آزاد کی رومانیت کسی رد عمل کی پیداوار نہیں بلکہ یہ ان کی اپنی افتاد طبع کی نقیب ہے۔ اس کے برعکس میر ناصر علی کا رومانی رد عمل شعوری نظر آتا ہے۔ میر ناصر علی نے انشا کے تخیلی اسلوب کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ لفظ و خیال کے نئے قرینوں کو اپنے رسائل صلائے عام اور تیرھویں صدی کے ذریعے نسبتاً وسیع حلقے میں پھیلایا۔ یہی وجہ ہے کہ زمانے اور فاصلے کی گرد کو ہٹا کر دیکھا جائے اور اردو ادب میں رومانیت کے اولین نقوش تلاش کیے جائیں تو نگاہ میر ناصر علی پر جا پڑتی ہے" (4)

محمد حسین آزاد، میر ناصر علی اور شرر کے بعد اردو ادب میں رومانویت کے فروغ میں سب سے اہم کردار رسالہ "مخزن" کا ہے۔ آزاد، ناصر اور شرر نے رومانویت کا جو بیج بویا تھا اس کو پروان چڑھا کر ایک تناور درخت کی شکل رسالہ مخزن نے دی۔ جہاں سر سید اور اس کے رفقا کے سامنے مقصدیت کا پہاڑ تھا اور زبان کی لسانی خدمت کا شعور منظم انداز میں موجود نہ تھا وہیں مخزن کے مدیر عبدالقادر کے نزدیک کوئی مقصدیت نہ تھی اس لیے انھوں نے زبان کی ترقی اور ترویج و اشاعت کو اپنا وطیرہ بنایا۔ ڈاکٹر انور سدید اس حوالے سے بیان کرتے ہیں:

> "بیسویں صدی کے اوائل میں جب انگریزی کو تدریس کا مستقل جزو بنا دیا گیا تو ہندوستانی نوجوانوں کو مغرب کے رومانی شعرا کے براہ راست مطالعے کا موقع ملا۔ نتیجتاً جستجوئے ذات کی مدھم لہر تیز تر ہو گئی۔ اور فرد نہ صرف اپنی انفرادیت کو تلاش کرنے پر مائل ہو گیا بلکہ اس کے ہاں انائے ذات کا جذبہ بھی قوی صورت اختیار کرنے لگا۔" (5)

انیسویں صدی کا آغاز اردو غزل کے لیے انقلاب کا دور ثابت ہوتا ہے جب اردو غزل نئے معنوں سے آشنا ہوتی ہے، جب اردو غزل کا داخلی حسن اجاگر ہونا شروع ہوتا ہے، جب نازک خیالات، تشبیہات و استعارات کا استعمال اور غزل رومانی کیف و نشاط کے تجربے سے گزرتی ہے۔ اس دور میں فراق گورکھ پوری نے غزل کو رومانویت کے حسن سے مالا مال کر دیا۔ ولی دکنی سے اقبال تک اور تب سے آج تک اردو ادب میں جتنے بھی شعرا گزرے ہین سب کے ہاں عشق و عاشقی، پیار محبت، حسن و جمال، منظر نگاری، ماضی پرستی اور تخیلاتی عناصر موجود رہے ہیں جو کہ رومانویت کا خاصہ ہیں۔ یعنی ہم کہ سکتے ہیں کہ اردو شاعری میں رومانویت کے عناصر اولین دور سے ہیموجود رہے ہیں لیکن اردو میں رومانوی تحریک کے آغاز سے رومانوی عناصر کھل کر واضح نظر آنے لگے۔ اقبال کے ہاں منظر نگاری اور حفیظ جالندھری کے ہاں

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

فطرت کا جمال رومانویت کا نغمہ بن کر ابھرتا ہے اور حفیظ کی انانیت رومانوی مزاج کا اہم عنصر ہے۔ساحر لدھیانوی، جوش ملیح آبادی اور اختر شیرانی جدید دور کے رومانوی شعرا میں اہمیت کے حامل ہیں۔ڈاکٹر محمد حسن اپنی کتاب "اردو ادب میں رومانوی تحریک" میں لکھتے ہیں:

"اختر نے روزمرہ زندگی اور اس کی یکسانیت کو ٹھکرا دیا ہے۔اور اپنے لیے آپ ہی زمین و آسمان سے الگ دنیا تعمیر کی ہے۔پہاڑوں اور فطرت کے نظاروں کی دنیا، پاکیزگی، خلوص اور جذباتی وفور گی کی دنیا۔ہر رومانوی کی طرح اختر کے کلام کی بھی بنیادی قدر یہی ہے۔اختر کے کلام میں فطرت کے زمزمے ملتے ہیں لیکن اس میں ورڈز ورتھ کی تعلیم نہیں، ایک جمالیت پرست عاشق کی ماورائیت ہے۔وہ فطرت کو استاد اور معلم کی طرح نہیں بال بکھرائے ہوئے نیلگوں پریوں کے حسین پیکر میں دیکھتا ہے۔"(6)

اعتبار ساجدؔ کی غزل کی تخصیص ان کا رومانوی پہلو ہے۔ان کے کلام میں جا بجا رومانویت کے حوالے ملتے ہیں۔حسن اور حقیقت کے آہنگ کی جستجو، انفرادیت، انانیت، عشق و محبت، ہجر و وصال، ماضی پرستی، تخیل کی فراوانی، بچپن کی سنہری یادیں، سماجی نا انسافی کا ادراک، احساس کی گہرائی، معاشرتی رجحانات کی ترجمانی، جمالیاتی کیفیات کا بیان اور تجرباتی افق کی وسعت ان کی غزل کے رومانوی عناصر ہیں۔انسان کا اپنے ماضی کے ساتھ تعلق استوار رہتا ہے۔بالخصوص رومانوی شعرا کے ہاں تو ماضی پرستی کا جذبہ ایک جنوں کی کیفیت اختیار کیے ہوئے ہوتا ہے۔اعتبار ساجدؔ کے ہاں بھی ماضی پرستی کے تخیل کی بازگشت کثرت سے سنائی دیتی ہے۔اعتبار ساجدؔ نے بٹوارے کا عہد دیکھا ہے۔ان کو اپنے بچپن کے دن یاد آتے ہیں تو کہتے ہیں:

بچپن کے اس گھر کے سارے کمرے ملیامیٹ ہوئے
جس میں ہم کھیلا کرتے تھے وہ دالان ابھی باقی ہے (7)

اعتبار ساجدؔ ان ایام کو یاد کرتے ہیں جہاں ان کے ماضی کا حسین وقت گزرا ہے۔جہاں حیات کے حسین لمحات بسر کیے ہیں۔جہاں دوستوں کے ساتھ گزرے وقت کی سنہری یادیں اب بھی انھیں ستاتی ہیں۔وہ اپنے بچپن کو عزیز رکھتا ہے۔

رات کچھ یار طرح دار بہت یاد آئے
وہ گلی کوچے وہ بازار بہت یاد آئے
جن کے ہونے کی تسلی سے خوشی ہوتی تھی
درد چمکا تو وہ غم خوار بہت یاد آئے
شام فرقت میں چمکتی ہوئی صبحوں کی طرح
اپنے گھر کے در و دیوار بہت یاد آئے (8)

جذباتی آسودگی کی چاہت اسے بیتے ہوئے سمے کی سیر کراتی ہے اور وہ عالم تصور میں ان کرداروں کو ڈھونڈتا ہے جو منوں مٹی تلے کھو گئے ہیں۔

دعائیں دینے والے کھو گئے ہیں

منوں مٹی کے نیچے سو گئے ہیں

جو آنچھو پونچھنے والے تھے میرے

کہاں جا کر وہ آخر سو گئے ہیں (9)

انسانی فکری ارتقا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو عیاں ہوتا ہے کہ ادب اور فن انسانی شعور اور وجدان کے اظہار کا خارجی مظہر ہے۔ادب و فن قاری کو اس دور کی سیر کراتا ہے جہاں جہاں سے ادراک کا قافلہ رواں دواں ہوا ہوتا ہے۔اسی راہگزر سے اعتبار ساجدؔ کی فکر اور وجدان کا کاررواں بھی گزرتا ہے۔وہ ماضی کے دائرے میں محصور نظر آتے ہیں:

وہ سنہری دھوپ کہاں گئی،وہ حسیں گلاب کدھر گئے

وہ زمانہ کیسے گزر گیا،مرے تیرے خواب کدھر گئے

کہیں تتلیوں کی سراؤں میں۔کہیں پھول بن کی گپھاؤں میں

چلو ایک دن انھیں ڈھونڈنے۔وہ ورق،وہ باب کدھر گئے(10)

اعتبار ساجدؔ فطرت کے مظاہر کو خارجی اور بے جان تصور نہیں کرتے بلکہ وہ ان مظاہر سے حیات کی تخلیق کرتے نظر آتے ہیں۔اعتبار ساجدؔ فطرت کے مظاہر سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ Personalization کی تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے ان مظاہر کو میں خود کو ڈھونڈتے ہیں۔اعتبار ساجدؔ کے مظاہر فطرت عمومی ہیں۔شہر، فصیل، قصر، دریا، در و دیوار، ندیاں، چاند، ستارے کوئی تخصیص نہیں ہیں گویا وہ ان مظاہر سے جینے کا سلیقہ تلاش کرتے ہیں، انھیں اپنے دکھ سکھ کا ساجھی بناتے ہیں:

جدھر کا رخ بھی میں کرتا ہوں جہاں بھی جاتا ہوں

وہ شہر عین میرے راستے میں آتا ہے

یہ ایک فصیل شکستہ جو بیچ شہر میں ہے

یہیں پہ قصر تھا، دریا یہاں تک آتا تھا

اسی ادھوری سی دیوار کے جھروکے میں

میں اس کے شانے پہ سر رکھ کے گنگناتا تھا (11)

اعتبار ساجدؔ کی رومانویت کا ایک زاویہ احساس حسن و جمال کی مختلف کیفیتوں کا اظہار بھی ہے۔وہ جمال فطرت کی نیرنگیوں اور رعنائیوں کو خارج کی سطح پر پیش کرتے ہیں۔وہ فطرت کے حسن و جمال کے کائناتی فلسفے سے پرے تخیل کے جزیروں میں اڑنے کو پسند کرتے ہیں۔انھوں نے نسوانی حسن اور محبت کے جذبات کو موضوع بنایا ہے۔اس لحاظ سے انھوں نے انفعالیت کو ہی ابھارا ہے۔وہ محبت کے روائتی روپ کے قائل ہیں۔انھوں نے عورت کی نسائیت، شعریت اور خال و خد کو پیش کیا ہے۔ان کا عشق صوفیانہ نہیں بلکہ وہ عشق و محبت سے مسرت و انبساط کشید کرتے ہیں:

یہ خال وخد، پھول سے لب، چاند سی جبیں
تم سچ بتاؤ! آج سے پہلے کہاں تھے تم
ان انگلیوں کے لمس میں یہ شدتِ خلوص
سرتاپا جیسے جذبِ طلب کی زباں تھے تم (12)

رات دن اسکے قد و قامت و گیسو کا خیال
اے مرے دل! وہ اداکار تجھے لے بیٹھا (13)
دہک اٹھا تہِ پوشاک اس کے جسم کا سورج
ہر اک بخیے میں تارِ پیرہن روشن ہوا اس کا
اے خوشبو کی صورت اپنے سینے میں بسا لائے
گھر آ کے بند کی آنکھیں، بدن روشن ہوا اس کا(14)

خوبرو عورتیں اور مہوشیں اعتبار ساجد کا خواب ہیں جو وہ جاگتی آنکھوں سے تکتا ہے۔مہ وشوں کے دلکش نقوش کو اپنی حیات کی کتاب میں اوراق بنا کے سجاتا ہے۔اگرچہ وہ باصرہ اور لامسہ سے لذت کشید نہیں کرتا لیکن اس کی رومانیت نسوانیت کی ستائش سے ظہور پاتی ہے۔

آٹوگراف مانگنے والی مہ وشیں
سچ پوچھیے تو خود ہی مکمل کتاب تھیں (15)
دمکتے ہوئے شفاف مومی چہرے
شمعیں بجھتی ہیں تو کچھ اور حسیں لگتے ہیں
اس کی پازیب میں شاید ہیں دلوں کے گھنگرو
زلزلے آج تو بالائے زمیں لگتے ہیں(16)

اعتبار ساجد کا یوٹوپیا اس کے تخیل سے تخلیق پاتا ہے۔ساجد کی دنیا انتہائی رنگین اور دل آویز ہے۔یہ دنیا رمز و عنا اور لطافتوں کی ایسی مصوری کرتی ہے کہ حسنِ فطرت استعاروں اور مشابہتوں کی مالا میں لپٹ جاتا ہے۔اعتبار کے ہاں فطرت مندمل کر دینے والا اثر رکھتی ہے۔وہ زندگی کی تلخ حقیقتوں سے نجات پانے کے لیے فطرت کی آغوش میں پناہ گاہ تلاش کرتا ہے۔احساس تنہائی اسے خود سے ملنے اور محبوب کی قربت حاصل کرنے میں مدد کرتی ہے۔سمندر کے عمیق پانیوں میں اس کی سنہری آرزوؤں کے خواب جھلملاتے ہیں۔چاندنی رات کا طلسم اور رات دن کے اندھیرے اجالے کی آنکھ مچولی، منڈیروں پر چراغوں کا بکھرنا اور انسانی حیات کے لازمی عنصر ''غم'' کو اعتبار کی رومانویت

میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔فطرت سے لگاؤ کی معصوم اور حسن کارانہ چاہت کائنات کو ابدی مسرت کی طرف لے جاتی ہے۔اعتبار کے ہاں فطرت سے لگاؤ کا حسین احساس ان کی رومانویت کا خاصہ ہے۔

پھول ہوں،چاند ہو،ندی کوئی
رات ایسی بھی ہو کوئی ،کوئی(17)

کھلیں گے پھول چمن میں سنہری دھوپ کے ساتھ
نصیب ہم کو کہاں ایسی راحتیں ہوں گی
(18)

ساحل سمندر پر مدوجذر کا مشاہدہ کرتے ہوئے تخیلی لطافتوں کا ایک ماورائی انداز،طلوع وغروب کے نظارے،اندھیری رات کی خاموش تاریکی،چاندنی رات کی جھلمل چاندنی،منڈیروں پر چراغوں کا بکھرتی لو،تنہائی کے سناٹوں میں وصل کی لذتوں کا احساساور موسموں کے تغیر و تبدل میں رومانویت کا مظہر نئی توقعات اور امیدوں کو جنم دیتا ہے۔فطرت کے اس سارے منظر نامے میں اعتبار ساجدؔ کا داخلی شعور خارج کے امکانات کو ممکن بناتا ہے۔اور الفاظ کے روپ میں رومانوی ماحول تخلیق کرتا ہے۔

حسین گھر تھے سمندر کے سامنے لیکن
ہوائے نم نے رخِ بام ودر خراب کیا (19)

مجھ کو ملا فرات کنارے وہ منتظر
میں کر چکا تھا جس کو شبِ کربلا میں گم
آنکھوں میں صرف نوحۂ وارفتگانِ عشق
سب واقعات، گردِ عبا و قبا میں گم (20)

آج پھر ستائے گی رات پورے چاند کی
دربدر پھرائے گی رات پورے چاند کی
یہ سمندری ہوا،اس پہ قرب کا نشہ
کتنے ظلم ڈھائے گی رات پورے چاند کی (21)

اعتبار ساجدؔ نے اپنی غزل میں عشق و محبت کے اظہار میں الفاظ کو جذبات کی فطری تپش سے سلگایا ہے۔وہ محبوب کے ملکوتی حسن کو بہت اہمیت دیتا ہے۔عشق میں وصل کی لذت، محبوب کا حسن اور ادا،خال وخد،لب ورخسار اور زلفِ یار کے حسن سے تمازت کشید کرنے کا اعلیٰ تر احساس اعتبار ساجدؔ کی رومانویت کی اصل ہے۔اس کا محبوب کوئی ماورائی مخلوق نہیں ہے بلکہ ایک مکمل مادی وجود رکھتا ہے۔وہ حقیقی دنیا کا باشندہ ہے۔محبوب کے ساتھ اظہار عشق میں وہ محبت کی روح سے وابستہ نظر آتا ہے۔

تجھ سے لفظوں کا نہیں روح کا رشتہ ہے میرا

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

تو میری سانس میں تحلیل ہے خوشبو کی طرح (22)

اعتبار ساجدؔ کے ہاں جذبہ عشق اتفاق سے ظہور پاتا ہے اور پھر بتدریج خیال، دید، وصل یار، شناسائی، پیار، محبت، عشق اور پھر جنوں کی شکل اختیار کرتا جاتا ہے۔

ہر شام اس سے ملنے کی عادت ہو گئی ہے
پھر رفتہ رفتہ اس سے محبت ہو گئی ہے(23)

اعتبار ساجدؔ جہاں اپنے محبوب کے ہجر و وصال کی بات کرتا ہے وہیں حیات کے تلخ اور کڑوے حقائق سے بھی قاری کی ملاقات کرواتا ہے۔ان کے تخیل کی دیوی جب محو پرواز ہوتی ہے تو وہ رومانویت کی دنیا میں اپنی ایک الگ ہی دنیا بساتے نظر آتے ہیں۔ان کی تخیل آفرینی اور عشقیہ مزاج ان کے ہم عصر شعرا پر ان کی انفرادیت قائم کرتے ہیں۔ان کے کلام میں جذبہ عشق کا اظہار تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اظہار پاتا ہے۔

چمک اٹھتے ہیں ساجدؔ جب ستارے ان کی پلکوں پر
اسے دل سے لگا کر حوصلہ دینا ہی پڑتا ہے (24)

خواہشیں یوں میرے گھائل دل و جاں ڈھانڈتی ہیں
تتلیاں جیسے کوئی کنج اماں ڈھونڈتی ہیں
دل کسی ندرت اظہار پہ قانع ہی نہیں
دھڑکنیں لہجے بدلتی ہیں زباں ڈھونڈتی ہیں
یہ وہ موسم ہے کہ صحرا میں کھلاتا ہے گلاب
یہ وہ عمریں ہیں کہ ہر لحہ زیاں ڈھونڈتی ہیں (25)

ہجر و وصال رومانویت کا اہم موضوع ہے۔کبھی رومانوی شاعر ہجر و فراق پہ آنسو بہاتا نظر آتا ہے تو کبھی وہ وصل کی لذت سے فرحت و انبساط کا مال غنیمت سمیٹتا دکھائی دیتا ہے۔اور ان کیفیات سے حظ اٹھاتا ہے۔محبوب کے قرب کی لذت اور فراق میں درد و غم کی کیفیات رومانویت کے صفحہ قرطاس پر رنگ و رعنائی بن کے بکھر جاتی ہیں اور ایسا فن تخلیق ہوتا ہے جو ابد تک پائندہ رہتا ہے۔اعتبار ساجدؔ ہجر کی تشنگی میں ہی خوش ہے وہ وصل پر ہجر و فراق کو ترجیح دیتا ہے۔

میں اس وصال کی رعنائیوں کے حق میں نہیں
کہ جس میں ہجر کی پرکیف تشنگی چھن جائے(26)

اعتبار ساجدؔ ہجر سے اکیلے ہی لطف اٹھانا پسند کرتا ہے وہ ہجر کی آگ میں اکیلا جلنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے اس لیے اپنے غم میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتا:

سلگ رہا ہوں اس میں دھیرے دھیرے مگر کسی پر عیاں نہیں ہے

وہ آگ دل میں لگی ہے جس میں تپش ہے لیکن دھواں نہیں ہے(27)

مری وحشتوں کو بڑھا دیا ہے جدائیوں کے عذاب نے

مرے دل پہ ہاتھ رکھو ذرا مری دھڑکنوں کو قرار دو (28)

اعتبار ساجدؔ اپنے شعری تجربے کو قرطاس پہ جڑنے کے لیے اپنے سانچے خود تراشتا ہے۔اس کے رومان میں سوز و گداز اور کرب ہے۔وہ ہجر کی کوکھ سے ان تصویروں کو دریافت کرتا ہے جن سے جمالیاتی رعنائی انسانی حیات کو توانائی فراہم کرتی ہے۔

ترے فراق میں کوئی تو شغل پالنا تھا

سخنوری ہی سہی وقت کو تو ٹالنا تھا

تجھے اتارتے رہنا تھا اپنے ذہن کا بوجھ

جو بار جان ازیں تھا ہمیں سنبھالنا تھا (29)

ہم بھی سنتے ہیں تیرے وصل کی شب آئے گی

ہاں بصد شوق مگر ہم کو کہاں پائے گی

اس نے سچ ہی تو کہا تھا دمِ رخصت ساجدؔ

یہ جدائی میرے فن کار کو راس آئے گی(30)

انانیت بنیادی طور نفسیات کی اصطلاح ہے لیکن احساسات و جذبات کے حوالے سے ادب اور نفسیات کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔کیوں کہ انسان کے جذبات میں اس کی اپنی ذات کا اظہار مقدم ہے۔احساسات وجذبات کی دنیا میں ایک ایسا دور بھی اتا ہے جب انسان اپنی فکر کا ایک الگ محل تعمیر کرتا ہے۔وہ حیات کو ایک ماورائی خواب بناتا ہے اور اس میں تخیل کی پرواز سے رنگ پروتا ہے۔بعض اوقات یہ انا داخلی قوت سے محروم ہوتی ہے اور تخلیق کار کو نرگسیت کے رنگ میں رنگ دیتی ہے ایسے صورت میں وہ صرف اپنی ہی ذات کے حصار میں رہتا ہے اور اپنی ذات کو جہان کا آئینہ تصور کرتا ہے۔اعتبار ساجدؔ کی غزل میں بھی اس کی رومانویت کی تمام کرنیں اس کی اپنی ہی ذات کے طواف میں رتی ہیں۔

اونے بونوں سے تقابل میرا کیوں کرتے ہو

لطف تب ہے میرے معیار کا دشمن لاؤ (31)

اعتبار ساجدؔ اپنی تخلیق کو اپنا ہنر بتاتا ہے۔اعتبار ساجدؔ کی رومانویت غربت کے داخلی احساس سے پرورش پاتی ہے۔ان کی شاعری میں زندہ دلی کے امکانات کم ہیں۔انھیں اپنے خواب محل کی شکستگی کا خوف ستاتا ہے اور تنوع بھی فقدان پذیر ہے۔

میں ریزہ ریزہ ہوں ابھی مرا تو نہیں

دیارِ عمر میں ایسے سفر تو آتے ہیں(32)

پرورش کی ہے اپنی انا کی مفلسی کے اندھیروں میں ساجدؔ

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

کاش ارضی خداؤں کے سامنے سر جھکانے کی نوبت نہ آئے (33)

وطن پرستی رومانویت کا ایک اہم مظہر ہے۔رومانوی شاعر وطن سے محبت کا انمٹ جذبہ رکھتا ہے۔اعتبار ساجدؔ کو بھی اپنی دھرتی ماں سے بے پناہ محبت ہے۔وہ دھرتی ماں کو اپنے فن کا نذرانہ پیش کرتا ہے۔وطن سے محبت اور الفت اس کی فطرت میں رچی بسی ہے۔اعتبار ساجدؔ نے ہجرت کے بعد کے دور کے دکھ اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں اور غم اپنے دل پہ سہے ہیں۔

جس نے فاقے بخشے مجھ کو،عطا کیے آلام
کنکر سے بھی ہلکے رکھے جس نے میرے دام
جس کی خوشبو میرا سپنا،میری صدا ہر گام
سکھ کا لمحہ جس پر بیتا گزری درد کی شام
جس نے بخشی روح کو ٹھنڈک سچے کیف کا جام
میرے فن کا نذرانہ اس دھرتی ماں کے نام
وہی میرے فاقوں کی جنت وہی مرا انعام
جس مٹی میں پلا بڑھا ہوں اس کو مرا اسلام (34)

ساجدؔ اس کی خاک شفا کو میری ہر دھڑکن کا سلام
جس نے مجھ کو رزق دیا جو دھرتی میرے پیار کی ہے (35)

اعتبار ساجدؔ کی غزل رومانویت کی علم بردار ہے۔اعتبار کے موضوعات میں انانیت، بغاوت، تخیل پردازی، وطن سے محبت، ماضی پرستی، سماجی شعور، خود کلامی، انفرادیت پسندی، فطرت سے لگاؤ، داخلیت، جذباتیت، جدت طرازی، حسن و جمال کا بیان، ہجر و وصال کی کیفیات کا اظہار اور جذبہ عشق کا اظہار وغیرہ تمام تر رومانویت کے مظاہر ہیں۔اعتبار ساجدؔ جامد معاشرتی اقدار کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے۔اس کا تخیل اسے ماضی کی سیر کراتا ہے اور اس کی انانیت اعتبار ساجدؔ کو منفرد بناتی ہے اور ان کی انفرادیت اپنے تخلیق کردہ سانچوں میں ڈھل کے نیا منظر نامہ کشید کرتی ہے۔اعتبار ساجدؔ اگرچہ فطرت سے گہرا لگاؤ رکھتا ہے مگر غم و حزن کا بیان اسے داخلیت کے مندروں میں جا بساتا ہے۔حسن و جمال کا بیان اور ہجر و وصال کی کیفیات کے اظہار میں وہ اک منفرد جدت کا بانی ہے جس سے اعتبار کی نئے ادبی منظر نامے میں شناخت پیدا ہوتی ہے اور وہ اردو ادب کی کہکشاؤں میں اپنا یوٹوپیا تخلیق کرتا ہے،اپنی پہچان بناتا ہے۔اگرچہ اردو ادب میں رومانویت کا دبستان ایک وسیع و عریض سلطنت کی حیثیت اختیار کر گیا ہے لیکن تا حال نئے کہکشاؤں کی دریافتوں کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔اعتبار ساجدؔ بھی رومانویت کی دنیا کا ستارہ ہے۔ممکن ہے آنے والے زمانوں کی تحقیق اعتبار ساجدؔ کی غزل کو شمسی نظام ثابت کر دے۔

حوالہ جات

1۔انور جمال،پروفیسر،" ادبی اصطلاحات"(نیشنل بک فاؤنڈیشن اشاعت چہارم،۲۰۱۷ء)ص ۱۱۲

Vol. 7 No.1 2024
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615

2۔ محمد خاں اشرف، ڈاکٹر: ''اردو تنقید کا رومانوی دبستان'' (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۶ء) ص ۱۹

3۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی: ''کشاف تنقیدی اصطلاحات'' (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم ستمبر ۱۹۸۵ء) ص ۹۱

4۔ انور سدید، ڈاکٹر: '''اردو ادب کی تحریکیں'' (انجمن ترقی اردو، پاکستان، کراچی، ۲۰۲۰ء) ص ۳۹۶

5۔ ایضاً۔ ص ۳۹۸

6۔ محمد حسن، ڈاکٹر: ''اردو ادب میں رومانوی تحریک'' (شعبہ اردو مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، ۱۹۵۵ء) ص ۵۸

7۔ اعتبار ساجدؔ: ''مجھے کوئی شام ادھار دو'' (علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء) ص ۱۱۳

8۔ اعتبار ساجدؔ: ''میرے خط مجھے واپس کر دو'' (علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء) ص ۴۴

9۔ ایضاً۔ ص ۶۱

10۔ اعتبار ساجدؔ: '' وہ سنہری دھوپ کہاں گئی'' (علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۸ء) ص ۱۱

11۔ ایضاً۔ ص ۱۲

12۔ اعتبار ساجدؔ: ''میرے خط مجھے واپس کر دو'' (علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء) ص ۵۹

13۔ اعتبار ساجدؔ: ''وہ سنہری دھوپ کہاں گئی'' ص ۵۹

14۔ اعتبار ساجدؔ: ''کوئی بات کرنی ہے چاند سے'' ص ۶۲

15۔ اعتبار ساجدؔ: ''روز یاد کرتے ہیں'' (علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء) ص ۶۲

16۔ اعتبار ساجدؔ: ''ایک عشق ضروری ہے'' (علم و عرفان پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء) ص ۲۲۶

17۔ اعتبار ساجدؔ: ''وہ سنہری دھوپ کہاں گئی'' ص ۶۴

18۔ ایضاً۔ ص ۶۷

19۔ اعتبار ساجدؔ: ''اجنبی گلیوں میں شام'' (رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۱۵ء) ص ۶۱

20۔ ایضاً۔ ص ۱۱۰

21۔ اعتبار ساجدؔ: ''کوئی بات کرنی ہے چاند سے'' ص ۱۶

22۔ اعتبار ساجدؔ: ''دل کی دہلیز پر'' (علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء) ص ۴۸

23۔ اعتبار ساجدؔ: ''روز یاد کرتے ہیں'' (علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۷ء) ص ۲۲

24۔ اعتبار ساجدؔ: ''مجھے کائی شام ادھار دو'' (علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۳ء) ص ۵۳

25۔ اعتبار ساجدؔ: ''پذیرائی'' (امتیاز پبلی کیشنز اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۷ء) ص ۶۵

26۔ اعتبار ساجدؔ: ''دل کی دہلیز پر'' (علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۲ء) ص ۳۷

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7615
Vol. 7 No.1 2024

27۔اعتبار ساجدؔ:'' مجھے کوئی شام ادھار دو''ص ۴۴

28۔ایضاً۔ص ۱۶

29۔اعتبار ساجدؔ:''اجنبی گلیوں میں شام''ص ۱۱۲

30۔ایضاً۔ص ۸۹

31۔ایضاً۔ص ۶۰

32۔اعتبار ساجدؔ:'' میرے خط مجھے واپس کردو''ص ۱۱۴

33۔ایضاً۔ص ۷۱

34۔اعتبار ساجدؔ:''دستک بند کواڑوں پر''(قلات پبلشرز، کوئٹہ، ۱۹۷۷ء)ص ۱۱

35۔اعتبار ساجدؔ:''بات مگر اظہار کی ہے''(اظہار سنز، لاہور، ۲۰۱۲ء)ص ۱۲۷